خطاب

از

عزت مآب جناب جسٹس انور ظہیر جمالی صاحب

چیف جسٹس آف پاکستان

بموقع

آغاز عدالتی سال 17-2016ء

مورخہ 19 ستمبر 2016ء

قابل احترام رفقاء جج صاحبان، عدالتِ عظمیٰ پاکستان

فاضل اٹارنی جنرل برائے پاکستان،

فاضل نائب چیئر مین، ایگزیکٹو کمیٹی پاکستان بار کونسل،

فاضل صدر، سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن،

دیگر قابل احترام عہدیداران واراکین بار،

خواتین وحضرات۔

السلامُ علیکم!

گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی نئے عدالتی سال 2016-17ء کے آغاز کے موقع پر میں اپنی اور اپنے رفقاء جج صاحبان کی جانب سے آپ تمام شرکاء کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ قانون و انصاف کے شعبے سے واسطہ قابل قدر شخصیات کا یہاں موجود ہونا ہمارے لیے باعث اطمینان ہے اور فراہمی انصاف کے سلسلے میں ہماری مشترکہ کاوشوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ بدلتے ہوئے حالات میں عدالت کو نت نئے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس سے بہتر انداز میں نبرد آزما ہونے کے لیے آپ لوگوں کی تائید اور معاونت کی ضرورت رہتی ہے۔

ایسی تقریب سے نہ صرف وکلاء برادری بلکہ عام شہریوں کو بھی انصاف کی فراہمی اور قانون کی حکمرانی کو یقینی بنانے کے سلسلے میں عدلیہ کی جانب سے کی جانے والی کاوشوں کو جاننے

اور عدلیہ کے فیصلوں سے معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ عدلیہ کو بار کے عہدیداران کی جانب سے مفید آراء اور مشورے حاصل ہوتے ہیں جن کی روشنی میں آئندہ کا لائحہ عمل مرتب کیا جاتا ہے اور اس طرح فراہمیِ انصاف میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے میں مدد ملتی ہے۔

جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ روایتی طور پر عدالتی چھٹیوں کا نظام برصغیر کی تقسیم سے قبل سے چلا آ رہا ہے مگر گزشتہ کچھ سالوں سے ہم نے اس روایت کو تبدیل کیا ہے یعنی اگرچہ چھٹیوں کا اعلان تو کیا جاتا ہے مگر درحقیقت اس دوران بھی مقدمات کی سماعت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس سال بھی میں نے اور رفقاء جج صاحبان نے زیرالتوا مقدمات کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے چھٹیوں کے دوران بھی مقدمات کی سماعت کا فیصلہ کیا اور مین رجسٹری کے ساتھ ساتھ برانچ رجسٹریوں میں بھی مقدمات کی سماعت کی گئی۔

خواتین و حضرات!

جیسا کہ آپ جانتے ہیں قیام پاکستان کی بنیاد اس نظریے پر تھی کہ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ ملک ہونا چاہیے جس میں وہ آزادی کے ساتھ اپنے دین پر عمل پیرا ہو سکیں۔ جہاں شہریوں کو مساوی حقوق حاصل ہوں۔ جہاں ذات پات، رنگ و نسل، عقیدہ و مذہب کی بنیاد پر زیادتی اور ناانصافی نہ ہو۔ جہاں نہ صرف مسلمان بلکہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی اپنے اپنے عقائد پر عمل کرنے میں آزاد ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ قائداعظم نے اپنے 11 اگست 1947ء کے خطاب

میں ارشاد فرمایا تھا کہ:۔

"آپ سب آزاد ہیں۔ ریاست پاکستان میں آپ سب اپنے مندروں میں، اپنی مساجد میں اور دیگر عبادت گاہوں میں جانے کے لیے آزاد ہیں۔ آپ چاہے کسی بھی مذہب، ذات یا عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں اس سے ریاست کی کارروائی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔۔۔۔۔۔۔ہم اس بنیادی اصول پر کاربند ہیں کہ ہم ایک ہی ریاست کے شہری ہیں اور برابر حیثیت کے شہری ہیں۔ میرے خیال میں ہمیں اس بات کو مثالی حیثیت میں یاد رکھنا ہوگا۔ آپ دیکھیں گے کہ ایسا کرنے سے وقت کے ساتھ ساتھ ہندو اور مسلم کا امتیاز ختم ہو جائے گا۔ ایسا مذہبی لحاظ سے نہ ہوگا، کیونکہ وہ ہر فرد کا ذاتی عقیدہ ہے، بلکہ سیاسی لحاظ سے، بطور ایک ریاست کے شہری ہونے کی حیثیت سے ہوگا۔"

یہاں پر قائد کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ پاکستان ایک سیکولر ملک ہوگا بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ پاکستان میں کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد کو برابر کے حقوق حاصل ہوں گے اور ریاست غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کی، قرآن وسنت کی روشنی میں، ضمانت فراہم کرے گی۔ قائد کی سوچ کو مدنظر رکھتے ہوئے آئینِ پاکستان میں مکمل مذہبی آزادی کی ضمانت فراہم کی گئی ہے۔ نہ صرف قراردادِ مقاصد، جسے بعد میں آرٹیکل 2A کے ذریعے آئین کا لازمی جزو قرار دیا گیا

ہے، میں کہا گیا ہے کہ ایک ایسا نظام قائم کیا جائے گا جس میں مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق گزار سکیں۔ جس میں لازمی انتظام کیا جائے گا کہ اقلیتیں آزادی سے اپنے مذاہب پر قائم رہ سکیں اور اس کے مطابق عمل کر سکیں۔ بلکہ آرٹیکل 20 کے تحت ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے کا بنیادی حق دیا گیا ہے۔

اگر ہم آج اپنے معاشرے پر نظر دوڑائیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ ہر طرف عدم برداشت کا دور دورہ ہے۔ لوگ رنگ و نسل اور ذات پات کی بنیاد پر ٹکڑوں میں تقسیم ہیں۔ جن میں مذہب کی بنیاد پر تقسیم سب سے زیادہ قابل فکر امر ہے۔ اس سے معاشرے میں نہ صرف امن و امان کی صورتحال پر منفی اثر پڑتا ہے بلکہ دہشت گردی کو بھی فروغ ملتا ہے۔ اس صورتحال میں اداروں کے ساتھ ساتھ تمام شہریوں پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ برداشت اور رواداری کو فروغ دیں تا کہ معاشرے سے عدم برداشت کو بتدریج ختم کیا جا سکے اور ہمارا ملک ترقی کی راہوں پر گامزن ہو سکے۔

علاوہ ازیں ہمارا ملک جس دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے اس میں اگرچہ اکثر اوقات بیرونی ہاتھ شامل ہوتا ہے مگر اسے کہیں نہ کہیں سے ہمارے اندر سے بھی حمایت اور مدد حاصل ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں بدقسمتی سے بعض سیاسی جماعتیں بھی اپنے مفادات کی خاطر ان عناصر کی حمایت کرتی ہیں۔ جیسا کہ کراچی بدامنی کیس اور بلوچستان بدامنی کیس میں یہ عدالت اس بات کا ذکر کر

چکی ہے کہ بعض تخریبی عناصر کے روابط اور تعلقات مختلف سیاسی و مذہبی جماعتوں سے پائے گئے ہیں جس کا فوری تدارک کیا جانا چاہیے۔

یہاں میں افسوس کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نہ صرف وکلاء برادری بلکہ عدلیہ کو بھی دہشت گردی کا سامنا ہے۔ کیونکہ جب دہشت گردوں، تخریب کاروں اور ان کی پشت پناہی کرنے والوں کو سزا دینے کا معاملہ آتا ہے تو وکلاء کی معاونت کے ساتھ عدلیہ کو یہ فریضہ سرانجام دینا ہوتا ہے۔ لہٰذا فراہمی انصاف کے اس ادارے کو خوف زدہ کرنے کی نیت سے تخریبی کارروائیوں کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ چاہے وہ کوئٹہ میں ہونے والی دہشت گردی کی کارروائی ہو، مردان ضلع کچہری میں ہونے والا حملہ ہو، ماضی میں وکلاء اور عدالتوں پر ہونے والے حملے ہوں یا سندھ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس صاحب کے بیٹے کے اغواء کا معاملہ ہو ہم سب اس کی بھرپور مذمت کرتے ہیں۔ مستقبل میں ایسے افسوسناک واقعات کے تدارک کے لیے کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں عدلیہ اور انتظامیہ کے اعلیٰ سطحی اجلاس بلائے گئے تھے۔ جن کی روشنی میں انتظامیہ اور پولیس کو ضروری ہدایات جاری کی گئیں۔ اس کے علاوہ ضلع کی سطح پر ضلعی تحفظاتی کمیٹیاں (District Security Committees) بھی تشکیل دی گئی ہیں جو علاقائی سطح پر حالات کا جائزہ لے کر اپنی سفارشات مرتب کریں گی۔

خواتین وحضرات!

آئینِ پاکستان میں ایک منصفانہ ریاست کا اصول وضع کیا گیا ہے۔ ایک ایسی ریاست جہاں آئین کی بالادستی اور قانون کی حکمرانی ہو اور میرٹ کے اصول پر عمل درآمد ہو۔ ایسا صرف اُسی وقت ممکن ہے جب فراہمی انصاف کا نظام موثر ہو اور ہر شخص کی نہ صرف نظامِ انصاف تک رسائی ہو بلکہ فوری اور سستے انصاف کا حصول ممکن ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آئین کے تحت ریاست پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ فوری اور سستے انصاف کی فراہمی کو یقینی بنائے۔ ریاست کا اہم جزو ہونے کی وجہ سے عدلیہ بھی اس ذمہ داری سے بری الذمہ نہیں ہے۔ نہ صرف مجھے بلکہ میرے رفقاء جج صاحبان کو بھی اس امر کا بخوبی ادراک ہے کہ مقدمات کے فیصلے میں تاخیر سے فریقین مقدمہ کو درپیش مشکلات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماضی میں اس ناسور پر قابو پانے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی رہی ہے۔ مقدمات کی سماعت کے دوران ہمیں اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ بڑی تعداد میں مقدمات کے اندراج کی وجہ مختلف اداروں کے اہلکاروں کی نااہلی اور بددیانتی ہے۔ اگر تمام ادارے اپنی کارکردگی کو بہتر بنائیں اور بددیانتی اور کرپشن کو ختم کریں تو نہ صرف عدلیہ پر غیر ضروری بوجھ ختم ہو جائے گا بلکہ عوام کو بھی غیر ضروری عدالتی چارہ جوئی سے چھٹکارا حاصل ہوگا۔

مقدمات کے فیصلے میں ہونے والی تاخیر کی وجوہات میں سے ایک وجہ وکلاء کی جانب سے مکمل تیاری کے ساتھ عدالت میں پیش نہ ہونا اور غیر ضروری التواء لینا شامل ہے۔ اس پر قابو

پانے کے لئے ہمیں بار کی حمایت اور تعاون کی اشد ضرورت ہے۔اس سلسلے میں میں نے وقتاً فو قتاً بار کے نمائندگان سے ملاقات کی اور باہمی مشاورت سے ایک لائحہ عمل ترتیب دیا۔مگر مجھے افسوس ہے کہ اس کے خاطر خواہ فوائد حاصل نہ ہوسکے۔بحیثیت ایک آئینی ادارہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ اپنی صفوں کو درست کریں تاکہ اپنی ذمہ داریوں سے بہتر انداز میں عہدہ برآء ہوسکیں اور اعلیٰ سطح سے نیچے تک فوری اور سستے انصاف کی فراہمی کو یقینی بنایا جاسکے۔اس سلسلے میں وکلاء اور دیگر اداروں کا تعاون بہت ضروری ہے۔میں امید کرتا ہوں کہ ممبران بار مستقبل میں اپنا کردار بہتر انداز میں ادا کریں گے تاکہ مقدمات میں ہونے والی تاخیر پر قابو پایا جاسکے اور سائلین کو انصاف کی فوری فراہمی ممکن ہوسکے۔

موجودہ حالات میں ضلعی عدلیہ جو کہ عدلیہ کا ایک اہم جزو ہے میں بہتری لانے کی بھی اشد ضرورت ہے۔اس سلسلے میں بہت سے عوامل غور طلب ہیں۔ان میں ضلعی عدلیہ کے جج حضرات کی کارکردگی پر نظر رکھنا اور ان کی بہتر تربیت کا انتظام کرنا، جج حضرات کی دیانت داری کو یقینی بنانا، ایسے نظام کی تشکیل جس سے فریقین کو فوری انصاف تک رسائی ممکن ہوسکے اور مختلف اداروں جن میں ضلعی عدلیہ، استغاثہ اور پولیس شامل ہیں کے مابین ہم آہنگی کو فروغ دینا وغیرہ شامل ہیں۔ان عوامل کو یقینی بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ایسا کرنے سے فراہمیِ انصاف میں در پیش مشکلات پر کافی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔

آئین میں تمام اداروں کے فرائض اور دائرہ اختیار کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ لہٰذا اداروں کے لئے ضروری ہے کہ اپنی آئینی اور قانونی حدود کے اندر رہتے ہوئے کام کریں۔ اسی صورت میں ملک کے اندر گڈ گورننس کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ ملک کی بدلتی ہوئی معاشرتی اور اقتصادی صورتحال کو دیکھتے ہوئے تمام ریاستی اداروں کے لیے یہ بھی لازمی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر چلیں اور باہمی مشاورت کے ساتھ آگے بڑھیں تا کہ درپیش مشکلات اور چیلنجوں کا مقابلہ مشترکہ طور پر کیا جا سکے۔ ماضی میں کچھ عناصر کی جانب سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی رہی ہے کہ شاید اداروں میں تصادم کی سی صورتحال ہے۔ اس تاثر کو زائل کرنے کے لئے عدلیہ اور مقنّنہ نے بین الادارتی مقالمہ کی ضرورت محسوس کی۔ اس سلسلے میں پہلے سپریم کورٹ کی دعوت پر جناب چیئرمین سینیٹ نے سپریم کورٹ میں خطاب کیا۔ جس کے بعد 30 نومبر 2015ء کو میں نے عدلیہ کے سربراہ کی حیثیت سے عدالتی اصلاحات کے حوالے سے سینیٹ میں خطاب کیا۔ اس طرح نہ صرف اداروں کے مابین تعاون کو فروغ حاصل ہوا بلکہ مستقبل میں اس میں مزید بہتری کی امید ہے۔

اب ایک جائزہ عدالت عظمیٰ کی سالانہ کارکردگی کے بارے میں۔

خواتین و حضرات!

گزشتہ سال یکم ستمبر 2015ء کو سپریم کورٹ میں زیرِ التوا مقدمات کی تعداد تقریباً 28

ہزار کے لگ بھگ تھی۔ ستمبر 2015 سے اگست 2016 کے دوران 21 ہزار سے زائد نئے مقدمات دائر کئے گئے اور تقریباً 271 کے قریب مقدمات بحال ہوئے۔ اس طرح زیر التوا مقدمات کی کل تعداد 49 ہزار سے زائد ہوگئی۔ زیر التواء مقدمات کی تعداد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور فریقین کو فوری اور سستے انصاف کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے دو سابقہ جج صاحبان جناب جسٹس طارق پرویز صاحب اور جناب جسٹس خلجی عارف حسین صاحب کو بطور ایڈ ہاک جج سپریم کورٹ کام کرنے کی درخواست کی گئی جو انہوں نے قبول کر لی۔ ان کی شمولیت سے سپریم کورٹ کی کارکردگی میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ جج صاحبان نے چھٹیوں کے دوران بھی عدالتی کام کو سر انجام دیا اور اس طرح ہم 18 ہزار سے زیادہ مقدمات کا فیصلہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔ لیکن ان سب کاوشوں کے باوجود زیر التوا مقدمات کی تعداد 30 ہزار سے زائد ہوگئی ہے۔ یہاں یہ امر قابلِ غور ہے کہ اہم نوعیت کے آئینی معاملات کا جائزہ لینے اور دیگر کئی اہم مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے لارجر بینچ تشکیل دیے گئے جس کی وجہ سے بھی معمول کے کیسوں کے فیصلے کی شرح پر اثر پڑا۔ اس کے علاوہ وکلاء کی طرف سے ذاتی وجوہات کی بناء پر التواء کی درخواستوں میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ اگر ان عوامل کا سامنا نہ کرنا پڑتا تو دائری کی شرح میں اضافہ کے باوجود زیر التواء مقدمات میں مزید کمی واقع ہوتی۔

اس سال بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے سپریم کورٹ میں قائم کیے گئے ہیومن

رائٹس سیل نے عوامی شکایات کے ازالے میں اپنا بھر پور کردار ادا کیا۔ اس شعبہ میں زیر التواء شکایات کی تعداد 10917 تھی ۔گزشتہ سال کے دوران 30448 شکایات موصول ہوئیں جب کہ 31669 شکایات کو نمٹایا گیا۔اس طرح زیرالتواء شکایات کی تعداد کم ہو کر 10096 رہ گئی۔ بیرونِ ملک پاکستانیوں کے مسائل کے حل کے لئے قائم کئے گئے شعبے میں زیرالتواء شکایات کی تعداد 1542 تھی جبکہ 1963 نئی شکایات موصول ہوئیں جن میں 1432 شکایات کو نمٹایا گیا۔اس طرح اب اس شعبہ میں زیرالتواء شکایات کی تعداد 2073 ہے۔ مستقبل میں زیرالتواء شکایات کی تعداد میں کمی لانے کی بھر پور کوشش کی جائے گی تا کہ عوام کو مزید ریلیف مل سکے۔

گزشتہ سال کے دوران دو قابل احترام جج صاحبان جناب جسٹس سرمد جلال عثمانی صاحب اور جناب جسٹس اعجاز احمد چوہدری صاحب مدتِ منصبی کی بخوبی تکمیل کے بعد اپنے منصب سے عہدہ براء ہو گئے۔ اگرچہ آج وہ دونوں جج صاحبان بینچ کا حصہ نہیں ہیں مگر ان کے فیصلے ہمیشہ قانون کے شعبے سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کے لئے مشعل راہ رہیں گے۔ اسی عرصہ کے دوران چار فاضل جج صاحبان جناب جسٹس منظور احمد ملک صاحب، جناب جسٹس سردار طارق مسعود صاحب، جناب جسٹس فیصل عرب صاحب اور جناب جسٹس اعجاز الاحسن صاحب بطور جج سپریم کورٹ ہمارے ساتھ شامل ہوئے۔ اس طرح اب سپریم کورٹ میں جج کی تمام تر آسامیوں پر جج

کی تعیناتی مکمل ہوگئی ہے۔

خواتین وحضرات!

ماضی میں اس عدالت پر تنقید کی جاتی رہی ہے کہ یہ انتظامی معاملات میں ضرورت سے زیادہ مداخلت کرتی ہے۔ ہم نے اس تاثر کو زائل کرنے کے لیے کوشش کی کہ ازخود کارروائی کے اختیار کو کم سے کم استعمال کیا جائے۔ مگر اپنی آئینی ذمہ داری کو مدِنظر رکھتے ہوئے یہ عدالت اپنی آنکھیں بند نہیں رکھ سکتی اور جہاں بھی بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہو وہاں یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کا تدارک کیا جائے۔ لہٰذا سالِ گزشتہ کے دوران چند معاملات میں ازخود نوٹس لیتے ہوئے کاروائی کی گئی ان میں سندھ کے شعبہ صحت اور نیب میں ہونے والی غیر قانونی بھرتیاں، پی آئی اے میں مسافروں کو ٹکٹوں کی رقم کی واپسی کا معاملہ، مارگلہ ہلز اور دیگر علاقوں سے پہاڑوں کی کٹائی سے ہونے والے ماحولیاتی نقصان، کوئٹہ کے ہسپتال کی ناگفتہ بہ حالت، ایف آئی اے میں ڈیپوٹیشن پر پولیس افسران کی بھرتیاں، مردم شماری میں ہونے والی غیر ضروری تاخیر، الیکشن کمیشن کے ممبران کی تقرری میں ہونے والی تاخیر، انسانی اعضاء کی غیر قانونی پیوند کاری، صوبہ پنجاب میں بچوں کی اغواء کے بڑھتے ہوئے واقعات اور سانحہ کوئٹہ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ، قانون و انصاف کمیشن کی ذمہ داریوں میں قوانین کی اصلاح اور انہیں

جدید اور موثر بنانے کے ساتھ ساتھ اہم مسائل پر غور وفکر کرنے کے لئے سیمینار، ورکشاپ اور لیکچرز کا اہتمام کرنا بھی شامل ہے۔ اس سلسلے میں بنیادی حقوق کے بین الاقوامی دن کی یاد میں 10 دسمبر 2015ء کو "بنیادی حقوق۔ انصاف پر مبنی معاشرے کے قیام کا وعدہ" کے عنوان سے ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا اور آگہی مہم کے تحت قانون و انصاف کمیشن کی جانب سے عوام الناس کو بنیادی حقوق، آئین کی تمہید اور پالیسی اصولوں کے بارے میں آگاہ کرنے کیلئے اردو اور انگریزی زبان میں مواد تیار کر کے اسے متعلقہ اداروں کو فراہم کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا تا کہ ان لوگوں کی مدد اور راہ نمائی کی جا سکے جو انصاف تک رسائی کی استعداد نہیں رکھتے۔ اسی طرح 13-12 اپریل 2016ء کو صوبائی انصاف کمیٹیوں کی پہلی کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کیا گیا تا کہ صوبائی سطح پر فوجداری نظام انصاف سے وابستہ اداروں کے سربراہان باہمی مشاورت سے ان اداروں کے کام کو مربوط بنا کر اپنی کارکردگی کو بہتر بنا سکیں۔ اس کے علاوہ "شعبہ انصاف میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کا استعمال کیلئے ایک قومی پالیسی کی تشکیل اور منصوبہ بندی کی راہ پر" کے عنوان سے شعبہ انصاف میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کے استعمال کی ضرورت و اہمیت کے حوالے ایک ورکشاپ اور نمائش کا اہتمام کیا جس میں اس بات کا ادراک کیا گیا کہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کا موثر استعمال خدمات کی انجام دہی میں انقلاب برپا کر سکتا ہے۔ بطور چیئرمین قانون و انصاف کمیشن مجھے ان کانفرنسوں اور ورکشاپوں کی صدارت کا اعزاز حاصل ہوا۔ مجھے امید ہے کہ ان کانفرنسوں اور ورکشاپوں کی تجاویز اور سفارشات پر عمل درآمد

سے نظامِ انصاف میں مزید بہتری آئے گی۔

یہاں پر میں اس یقین دہانی کے ساتھ آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ ہم فوری اور سستے انصاف کی فراہمی اور قانون کی حکمرانی کے لئے اپنی کوششوں کو جاری رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی ذمہ داریاں محنت، لگن اور دیانت داری کے ساتھ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ سب کا بہت بہت شکریہ

پاکستان پائندہ باد!